ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی*

علامہ محمد اسدؒ اور ان کی دینی و علمی خدمات

مغرب کے وہ اسکالر جو مشرف بہ اسلام ہوئے اور انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بیش بہا خدمات انجام دیں، ان میں محمد اسدؒ کا ایک بڑا نام ہے۔ جنہوں نے اسلامیات میں بڑا درک پیدا کیا تھا اور قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ (مع تفسیری نوٹس) بھی کیا تھا۔ ان کا انگریزی ترجمہ قرآن مستند مانا جاتا ہے، اس کے علاوہ اسلامیات اور فکر اسلامی پر بھی ان کی تحریروں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ذیل میں علامہ محمد اسد کے حالات زندگی پر مختصر سی روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

محمد اسد نے پولینڈ کے ایک یہودی گھرانے میں لمبرگ (موجودہ یوکرائن) میں 2/ جولائی 1990ء کو آنکھ کھولی۔ ان کا خاندانی نام Leopold Weiss رکھا گیا۔ ابھی نوخیز ہی تھے کہ مذہبی صحائف اور عبرانی کی تعلیم کے بعد پہلی جنگ عظیم کا طوفان انہیں آسٹریلیائی فوج میں لے گیا۔ فوجی زندگی کے تجربے نے زیادہ طول نہیں کھینچا اور وہ جلد اپنی تعلیم کی طرف لوٹ آئے اور انہوں نے ویانا یونیورسٹی میں فلسفہ، تاریخ، آرٹ، طبیعات اور کیمیا کی تعلیم حاصل کی۔ مشرقی اور ایشیائی مطالعات میں دل چسپی لی اور اسلامیات کا گہرا مطالعہ کیا جس نے ان کو اسلام کی حقانیت کا قائل کر دیا۔ تاہم اسلام انہوں نے بعد میں قبول کیا۔

محمد اسد حصول علم، فکر کی پختگی، اور علمی تبحر میں تو معروف ہیں ہی، ساتھ ہی ان کو سیر و سیاحت کا بھی بڑا شوق تھا چنانچہ وہ بعد کی زندگی میں وہ ایک بڑے سیاح ثابت ہوئے کہ ایک بار سفر شروع ہوا تو پھر تو انہوں نے رکنے کا نام ہی نہیں لیا۔ 1922ء میں پہلی بار مشرق وسطی کا سفر کیا اور مصر، اردن، فلسطین، شام اور ترکی کے اسفار کیے۔ 1924ء کے دوسرے سفر میں انہوں نے مصر، عمان، شام ٹریپولی، عراق، ایران، افغانستان، وسط ایشیا کی سیاحت کی۔ عرب دنیا کی سیاحت کے دوران وہ عرب کلچر اور عرب اخلاقیات سے بے حد متاثر ہوئے جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی کتاب ''دی روڈ ٹو مکہ'' میں کیا ہے۔ اپنے طویل تجربے اور مشاہدے اور مسلسل مطالعے کے بعد انہوں نے 1926ء میں برلن میں اسلام قبول کیا اور اپنا اسلامی نام محمد اسد رکھا۔

قبول اسلام کے بعد حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی اور قاہرہ میں رشتہ ازدواج منسلک ہوئے۔ وہ عالمی صحافت سے متعلق تھے اور اس حیثیت میں دنیا کا ایک بڑا حصہ دیکھنے کے بعد 1932ء میں ہندوستان آئے۔ یہاں ان کا قیام

* ڈائرکٹر فاؤنڈیشن فار اسلامک اسٹڈیز، نئی دہلی۔ ghitreef1@yahoo.com

ملک کے مختلف علاقوں اور مشہور شہروں امرت سر، لاہور، سری نگر، دہلی اور حیدر آباد دکن میں رہا۔اسی دوران محمد اسد علامہ اقبالؒ سے ملے اور ان سے تبادلہ خیال کیا۔علامہ اقبال نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اسلامیہ کالج لاہور میں نسل نو کو اسلامیات کا درس دیں۔سید نذیر نیازی کے نام 1934ء کے متعدد خطوط میں محمد اسد کے حوالے سے علامہ اقبال کا اظہار خیال موجود ہے۔اسی سال محمد اسد کی کتاب (Islam at the Cross Road) شائع ہوئی، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے لکھا:

This work is extremely interesting. I have no duobt that coming as it does' from a highly cultured European convert to Islam will prove an eye-opener to our younger generation

(یہ بہت ہی دلچسپ چیز ہے، مجھے ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ ایک اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ نومسلم یوروپین کے قلم سے منظر عام پر آنے سے ہماری نسل کے لیے چشم کشا ثابت ہوگی۔)

یہ مختصر سی کتاب نئی اسلامی ادبیات میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے، چنانچہ اس کے ترجمے عربی اور اردو زبانوں میں ہوئے،عربی ترجمہ الاسلام علی مفترق الطرق کے نام سے چھپا اور عالم عرب میں کافی مقبول ہوا مولانا علی میاں ندویؒ اس کتاب کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے۔انھی کی تحریک پر اس کا اردو ترجمہ ''اسلام دوراہے پر'' کے نام سے ایک ندوی فاضل کے قلم سے نکلا اور مجلس صحافت ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شایع ہوا۔

جس وقت محمد اسد ہندوستان آئے ،اس وقت آزادی کی تحریک جاری تھی ۔دوسری طرف مسلم کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جناح اور لیگ کی جذباتی سیاست کے زیر اثر پاکستان کے حصول کے لیے میدان میں آچکی تھی اور یہ صاف محسوس ہورہا تھا کہ ہند کی دوحصوں میں تقسیم ہوکر رہے گی۔علامہ اقبال سے ملاقات کے بعد محمد اسدؒ نے برصغیر میں ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کو اپنا نصب العین بنالیا،اس کے بعد وہ اپنی تحریروں میں اسی نصب العین کے حصول کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔انہوں نے پاکستان بننے کے بعد اس آزاد مملکت کے لیے اسلامی دستور کے راہ نما اصول کی ترتیب میں بھی حصہ لیا۔ ان کی انہی خدمات کے باعث انہیں Intellectual Co-founder of Pakistan بھی کہا گیا ہے۔قیام پاکستان، محمد اسد کے خوابوں کی تعبیر تھا، اپنے خوابوں کی اس تعبیر کے بارے میں خود انہوں نے بھی ایک جگہ لکھا ہے۔

For which I my self had worked and striven since 1993(وہ مقصد جس کے لیے میں خود بھی 1939ء سے سرگرم رہا ہوں۔)

1935ء میں محمد اسد نے حدیث کی سب سے مشہور ومستند کتاب صحیح بخاری کے انگریزی ترجمے اور تشریح کی اشاعت کا کام شروع کیا اور اس کے پانچ اجزاء شائع کیے۔جنوری 1937ء میں حیدر آباد دکن سے نکلنے والے رسالے Islamic Cultureکے مدیر مقرر ہوئے۔ یہ رسالہ اکتوبر 1938ء تک ان کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ دوسری جنگ عظیم کے زمانے (یکم ستمبر 1939ء تا 14/اگست 1945ء) میں برطانوی حکومت نے انہیں گرفتار کرلیا۔طویل

عرصہ تک صعوبتیں جھیلنے اور صدمے اٹھانے کے بعد رہا ہوئے اور 1946ء میں ایک ماہانہ رسالے ''عرفات'' کا اجرا کیا۔ 1947ء میں قیام پاکستان کے موقع پر ڈلہوزی سے لاہور آ گئے اور ماڈل ٹاؤن میں مقیم ہوئے۔

علمی وتحقیقی کارناموں کے ساتھ ہی عالمی صحافت پر گہری نظر اور پختہ سیاسی شعور کے باعث انہوں نے بحیثیت سفارت کار بھی اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا خوب مظاہرہ کیا۔ چنانچہ قیام پاکستان کے بعد محمد اسد کو اسلامی تعمیر نو کے ایک نئے محکمے Deparment of Islamic Reconstruction کا ڈائریکٹر بنایا گیا۔ انہوں نے وزارت خارجہ میں ڈپٹی سیکریٹری اور مڈل ایسٹ ڈویژن کے انچارج کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور اقوام متحدہ میں پاکستان کی نمائندگی کرتے رہے۔ 1951ء میں حکومت پاکستان کے نمائندے کے طور پر سعودی عرب گئے۔ اگلے برس انہیں اقوام متحدہ میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا جہاں انہوں نے Committee on Information from Non-Self Govt. Territories کے چیئرمین اور Disamament Commission of the Security Coundil کے رکن کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 1953ء میں ان کی مشہور کتاب The Road to Makkah شائع ہوئی۔ اس کتاب کا عربی ترجمہ الطریق الی مکۃ کے نام سے شائع ہوا۔ اس کتاب کی بھی عالم اسلام میں خاصی پذیرائی ہوئی، حتی کہ مولانا علی میاں ندویؒ نے اسی کتاب کے اوپر اپنی ایک مشہور کتاب کا نام ہی الطریق الی المدینۃ رکھا ہے۔

اقوام متحدہ میں پاکستان کی سفارت سے مستعفی ہونے کے بعد محمد اسدؒ نے سوئزرلینڈ، بیروت، شارجہ اور لبنان کے اسفار کیے۔ 1961ء میں ان کی کتاب The Principles of State and Govt. in Islam شائع ہوئی۔ 1946ء میں انہوں نے مراکش میں رہائش اختیار کر لی جہاں وہ 1981ء تک مقیم رہے۔ 1980ء میں قرآن کریم کے ترجمے اور تشریحات پر مبنی ان کی کتاب The Message of The Quran شائع ہوئی۔ 1983ء میں جنرل ضیاء الحق کی حکومت نے نفاذ اسلام کے سلسلے میں راہ نمائی لینے کے لیے ایک بار پھر انہیں پاکستان بلایا اور انہوں نے انصاری کمیشن کے اجلاس میں شرکت کی۔ اس کمیشن کے سربراہ مولانا ظفر احمد انصاری تھے، جو ملک کی ایک بڑی مقتدر شخصیت تھے۔ محمد اسد کے تعلقات پاکستان کے اکثر مشاہیر سے تھے۔ مولانا مودودی، مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا امین احسن اصلاحی وغیرہم سے اکثر ان کی ملاقاتیں اور تبادلہ خیال ہوا کرتا۔

کہا جاتا ہے کہ حصول آزادی کے بعد وہ پہلے شخص تھے جنہیں پاکستانی پاسپورٹ جاری کیا گیا۔ پہلے پاکستانی پاسپورٹ کے حامل اس آفاقی شخص کا یہ آخری سفر پاکستان ثابت ہوا۔ کیونکہ پاکستان سے 3/اگست 1983ء کو لندن چلے گئے تھے جہاں سے انہوں نے پرتگال کا سفر اختیار کیا۔ 1987ء میں وہ ہسپانیہ لوٹے (اسی سال ان کی آخری کتاب The law of Ours and Other Essays شائع ہوئی)۔

جیسا کہ سطور ماقبل سے ظاہر ہے، عالمی سطح کے ایک نامور دانشور اور علوم اسلامی کے ایک ماہر کی حیثیت سے پاکستان نے ان کی خدمات سے استفادہ کیا۔ ملک کی قدیم ترین اور بزرگ ترین جامعہ، پنجاب یونیورسٹی، نے علامہ اسد کے علم وفضل سے استفادے کی راہیں کشادہ کیں۔

علامہ محمد اسد پر اب تک تھوڑا بہت تحقیقی کام سامنے آچکا ہے۔ علامہ محمد اسد کی پہلی سوانح (Leopold Weiss alias Muhammad Asad) جرمن زبان میں لکھی گئی ہے جو کہ صرف 1927ء تک کے احوال سے بحث کرتی ہے، اس کے بعد حال ہی میں The Truth Society کی طرف سے علامہ اسد کے احوال و آثار اور ان کے بارے میں لکھے جانے والے مضامین، دو ضخیم مجلدات کی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ ایک ہزار سے زائد صفحات کے اس مجموعے میں بھی جہاں علامہ اسد کی زندگی کے بیشتر پہلو زیر بحث آ گئے ہیں، اقبال اور محمد اسد، محمد اسد اور خیری برادران وغیرہ جیسے باہم مربوط موضوعات پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ علامہ محمد اسد کے افکار کے حوالے سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح کا ایک مقالہ بھی تحریر کیا جا چکا ہے۔ محمد اسد کی حیات و خدمات پر ایک مختصر کتاب انگریزی میں ہندوستان کے معروف اسلامی پبلشر گڈ ورڈ نے بھی شایع کی ہے۔ جرمن اسلامی اسکالر اور مفکر مراد ہوفمان نے اپنی ڈائری میں ان کا مختصر تذکرہ کیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں مشرق کے علماء و مفکرین کے پہلو بہ پہلو مغرب کے مسلم علماء، اسکالروں اور دانشوروں کی خدمات بھی اسلامیات کے میدان خاصی اہمیت رکھتی ہیں۔ ان مسلم مغربی علماء میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو عرب علماء و اسکالر جو عرب دنیا سے ہجرت کر کے مغرب کو منتقل ہو گئے اور وہیں رہ کر علمی فکری اور دعوتی اور ادبی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان علماء میں معروف فکری ادارہ المعہد العالمی للفکر الاسلامی واشنگٹن کے وابستگان ہیں جن میں اسماعیل راجی الفاروقیؒ شہید، ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی اور ان کے رفقائے خاص ہیں۔ دوسرے وہ محققین، داعی اور علماء ہیں جو برصغیر سے ہجرت کر گئے تھے۔ ان میں سب سے بڑا علمی مقام علامہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ (آف پیرس) کا ہے۔ تیسرے وہ علما و اسکالر ہیں جو مغرب کے ہی باشندے ہیں، جنہوں نے اسلام قبول کیا اور دین کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ مثال کے طور پر فرانس کے اسکالر رینے گینوں، رجاء جارودی (یہ پہلے مارکسی تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اسرائیل اور صہیونی تحریک پر کئی معرکۃ الآرا کتابیں لکھیں۔ ان کے بعض خیالات میں شذوذ پایا جاتا ہے، اس لیے بعض عرب علماء نے ان کے بارے میں بڑی سخت رائے دی ہے، البتہ علامہ یوسف القرضاوی نے معتدل رائے کا اظہار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: القدس قضیۃ کل مسلم) مارٹن لنگز، محمد اسد اور دوسرے دانشور۔ ضرورت ہے کہ ان مغربی علماء و اسکالروں کی علمی و فکری خدمات کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔

محمد اسد مفسر، مترجم، مصنف، صحافی اور سفارت کار تو اعلیٰ درجہ کے تھے ہی، ساتھ ہی درس و تدریس کے میدان میں بھی انہوں نے خدمات انجام دیں۔ اس ضمن میں شعبہ اسلامیات پنجاب یونیورسٹی کی صدارت بھی ان کی خدمات میں سرفہرست ہے۔ قیام پاکستان کے بعد نئے ملک کی اسلامی شناخت کے سلسلے میں جو اقدامات کیے گئے، ان میں ایک، ملک کی قدیم ترین جامعہ، پنجاب یونیورسٹی میں علوم اسلامی کے شعبے کا قیام بھی شامل تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کا قیام 1882ء میں ہو گیا تھا، لیکن ہنوز اس میں علوم اسلامی کا کوئی شعبہ موجود نہیں تھا۔ اس حقیقت اور نئے وطن کے تقاضوں کے پیش نظر پنجاب یونیوسٹی کی سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس 5/ فروری 1949ء میں یہ فیصلہ کیا کہ یونیورسٹی میں اسلامیات کا ایک شعبہ قائم کیا جائے۔ جامعات میں جب نئے شعبے قائم کیے جاتے ہیں تو ان میں تدریس اور سربراہی کے لیے اس

مضمون کی رسمی سند رکھنے والے اکثر مہیا نہیں ہو پاتے، البتہ ان مقاصد کے لیے ایسے علماء کا انتخاب کرلیا جاتا ہے جو اس شعبہ علم میں درجہ کمال پر فائز ہوں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں یونیورسٹی نے محمد اسد کی خدمات لینے کا فیصلہ کیا۔

علامہ محمد اسد 1926ء میں قبول اسلام کے بعد علوم اسلامی سے سنجیدگی کے ساتھ وابستہ رہے۔ اور انہوں نے اتنا کمال بہم پہنچایا کہ جب پنجاب یونیورسٹی نے علوم اسلامی کا شعبہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کی مسند صدارت کے لیے حکام کی نگاہ انتخاب علامہ محمد اسد پر پڑی۔ پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کے جس اجلاس (5/فروری 1949ء) کا ابھی ذکر ہوا۔ اس میں وائس چانسلر نے شعبہ اسلامیات کی صدارت کے لیے علامہ محمد اسد کا نام تجویز کیا۔ اس وقت پنجاب یونیورسٹی نے ایک خط کے ذریعے علامہ محمد اسد کو اس پیش کش سے مطلع کیا۔ یہ اطلاع رجسٹرار کیپٹن محمد بشیر کی طرف سے مراسلہ نمبر 1243/جی ایم مورخہ 8/فروری 1949ء کو دی گئی۔

یہ مراسلہ ملنے پر علامہ محمد اسد نے اس پیش کش کو قبول کیا جس کا اظہار ان کے ایک خط سے ہوا جس میں انہوں نے یونیورسٹی رجسٹرار کے منقولہ خط کی رسید دیتے ہوئے یونیورسٹی کا شکریہ ادا کیا۔ علامہ محمد اسد 11 ماہ تک اس عہدہ پر رہے۔ پھر بعض وجوہات کے پیش نظر وہ یورپ چلے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر پاکستان آئے، ملک کی سفارتی خدمات انجام دیں اور بیرون ملک بھی ان کے اسفار ہوتے رہے۔ تاہم پنجاب یونیورسٹی پاکستان سے ان کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے برقرار رہا، بلکہ ۱۹۸۰ء کے بعد اس کے ذریعہ منعقدہ عالم اسلامی کلوکلیم کے انعقاد کی ذمہ داری بھی ان کو دی گئی تھی۔ اس کے لیے وہ ایک بار پھر پاکستان آئے۔ البتہ اس علمی مذاکرہ کے انعقاد سے پہلے ہی یونیورسٹی انتظامیہ سے اختلاف کے باعث وہ ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد پھر محمد اسد کبھی پاکستان نہیں آئے۔ زندگی کے آخری ایام میں وہ ہسپانیہ چلے گئے تھے جہاں 20 فروری 1992ء کو انہوں نے زندگی کی آخری سانس لی۔ تدفین کے لیے محمد اسد کو فلسطین لایا گیا۔ اب وہ غزہ کے مسلم قبرستان میں آرام فرما ہیں۔

ذخیرۃ الجنان فی فھم القرآن

(۱۶ویں جلد۔ سورۃ السجدۃ تا سورۂ یٰس)

افادات: شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ

ترتیب وتدوین: مولانا محمد نواز بلوچ

[صفحات: ۴۴۰۔ ہدیہ: ۲۵۰ روپے]

ناشر: لقمان اللہ میر وبرادران، گلہ بکر منڈی، عمر فاروق روڈ، گوجرانوالہ

0300-8741292